جس کا اربوں روپے سالانہ بجٹ ہے، اوپر سے ہیلی کاپٹر اور نیچے سے سینکڑوں مہنگی اور نئی نئی ماڈل کی کسٹم فری گاڑیاں غریبوں کی ''خدمت'' میں مصروف کار ہیں۔ اپنی خود ساختہ تنظیموں کے ذریعے اگر کچھ غریب پروری کی جائے تو بھی تنظیموں کی فیس اور بچت کے نام پر سود وصول کر کے غربت کیا، غریب ہی کا خاتمہ کیا جارہا ہے کہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' جبکہ تنظیموں کے لیڈر بہتی گنگا میں اس طرح ہاتھ دھو رہے ہیں کہ باقی عوام تو ہاتھ ہی دھو کر رہ جاتے ہیں۔ یوں ہر غریب کو سود میں پھنسانے کا سہرا اس ادارے کے سر ہے۔

علاوہ ازیں یہاں کے خالص دینی معاشرے کو مغربی افکار کے تحت بے لگام طرز زندگی میں تبدیل کرنا بھی ان اداروں کا اہم مشن ہے۔ ہر فیلڈ میں نوجوان لڑکیوں کو بھاری معاوضوں پر بھرتی کرنا، اور کسی بھی پروگرام کو صنف نازک کی شرکت کے بغیر ناقص قرار دے کر مسترد کرنا ان اداروں کی امتیازی شان ہے۔

قومی سلامتی کے لحاظ سے افسوسناک بات یہ ہے کہ اس حساس علاقے میں N.G.Os کی ذمہ دار بن کر یہودی اور انڈیا کے ہندو بھی دندناتے پھر رہے ہیں، جو شمالی علاقہ جات جیسے حساس سرحدی علاقے کے چپے چپے سے متعلق مکمل معلومات رکھتے ہیں۔ بعض اخباری ذرائع کے مطابق آغاخان فاؤنڈیشن میں قدرتی وسائل کے ذمہ دار ایک ہندو آفیسر نے فاؤنڈیشن کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے، نیز ایک یہودی کے گلگت میں ماتحت لوگوں کو تکلیفیں پہنچانے کی خبر ہے۔

ہمیں اس مالی نقصان اور عملے کی ایذارسانی سے قطع نظر حکومت سے بجاطور پر یہ شکایت ہے کہ ہمارے قومی و ملی دشمنوں کو پیارے وطن پاکستان میں عموماً اور حساس سرحدی علاقوں میں خصوصاً دخل اندازی کا موقعہ کیوں دیا جاتا ہے؟ کیا کسی پاگل یا غدار کے علاوہ کوئی یہود و ہنود سے پاکستان اور اس کے غریب عوام سے حسن سلوک کی توقع کر سکتا ہے؟۔

1999 میں 20 مغربی ملکوں کے سفراء نے شمالی علاقہ جات کا تفصیلی دورہ کیا اور ان غیر سرکاری تنظیموں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے مزید امداد کی نوید دے گئے، کیونکہ یہ ان کی توقعات پر پوری اتر رہی ہیں۔

غریب پروری کے مخلصانہ جذبے سے سرشار ایک محبّ وطن فرد ڈاکٹر عبدالغفور بھٹی نے بلتستان میں آلو کی کاشت اور مارکیٹنگ میں رہنمائی کر کے غریب عوام کو اپنے وسائل سے معیشت سنوارنے کا جو گر سکھایا، سود اور اخلاقی گراوٹ سے پاک یہ قابل تحسین اقدام دیگر شعبوں میں بھی حقیقی ترقی کے حصول کے لئے نشان منزل ہے۔

مگر ان نام نہاد فلاحی اداروں کے پاس بھاری تنخواہیں اور سفر خرچ وصول کرنے، اختلاط مرد و زن کی راہ ہموار

کرنے اور علاقے کے رگ رگ کے معلومات حاصل کر کے ملک دِشمن عناصر کو پیش کرنے کے سوا حقیقی فلاح وبہبود کا کوئی دیرپا منشور نہیں ہے۔

بہر حال حکومت پاکستان پر لازم ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ان حساس سرحدی علاقوں میں کسی بھی نام سے ان سماج دشمن عناصر اور بیرونی ایجنٹوں کو بے لگام نہ چھوڑے تاکہ پاکستان کے اسلامی اقدار کا تحفظ رہے، جو دراصل استحکام وطن کی جان ہے، نیز مقامی طور پر Semi Government کا خطرناک تصور ختم ہو جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو حب الوطنی اور حریت پسندی کا جذبہ اور اغیار کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین

تبیان اوپن فورم کا کلوزایبل بیان

ہفت روزہ "بادشمال" میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق مذہب نوربخشیہ کے "تبیان اوپن فورم" میں سید محمد شاہ تھلوی اور شیخ سکندر نے اپنے مذہبی اختلافات اور صلح بلغار کے اسرار ور موز بیان کرتے ہوئے کہا کہ (امامت رسالت کا لازم بین ہے ،۔نیز شوری یعنی اکثریت کے بل بوتے پر خلافت کی تقرری اسلام میں جائز نہیں ، بلکہ خدا تعالیٰ نے لوگوں کے اختیار میں یہ چیز نہیں دی کہ وہ خلافت کا تقرر کریں۔ اور نبی ،امام، پیر برابر ہیں)۔

یعنی نعوذباللہ إمام الأنبياء ، خاتم المرسلين ،شفيع المذنبين حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور موجودہ پیر طریقت سید محمد شاہ کریسی کا مرتبہ برابر ہے۔ بہر حال یہ ان کے مذہبی عقائد کا بیان ہے ،بلکہ انکا داخلی معاملہ ہے۔

اگرچہ عام نوربخشی ان حضرات کی مذہبی وابستگی سے متعلق شدید تحفظات رکھتے ہیں، پھر بھی یہ افسوسناک بات ہے کہ آپس کی بیان بازی کے آڑ میں 95% مسلمانوں (بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی دل آزاری کی جائے۔

اس بے تکے فتوے کے پس منظر میں وہ جن جن جلیل القدر ہستیوں کی تنقیص کرنا چاہتے ہیں یہ بھی واضح ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے درمیان اتفاق واتحاد کا متقاضی نہیں ہے ؟

کیا ہم اس قسم کے اختلافی بیانات کے متحمل ہو سکتے ہیں ؟

بہر حال اپنے اندر کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کا یہ انوکھا طریقہ انتہائی نامناسب بلکہ قابل مذمت ہے۔اور چھوٹا منہ بڑی بات کے مترادف ہے۔ذیل میں ہم خلیفہ راشد امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زبان حق بیان سے